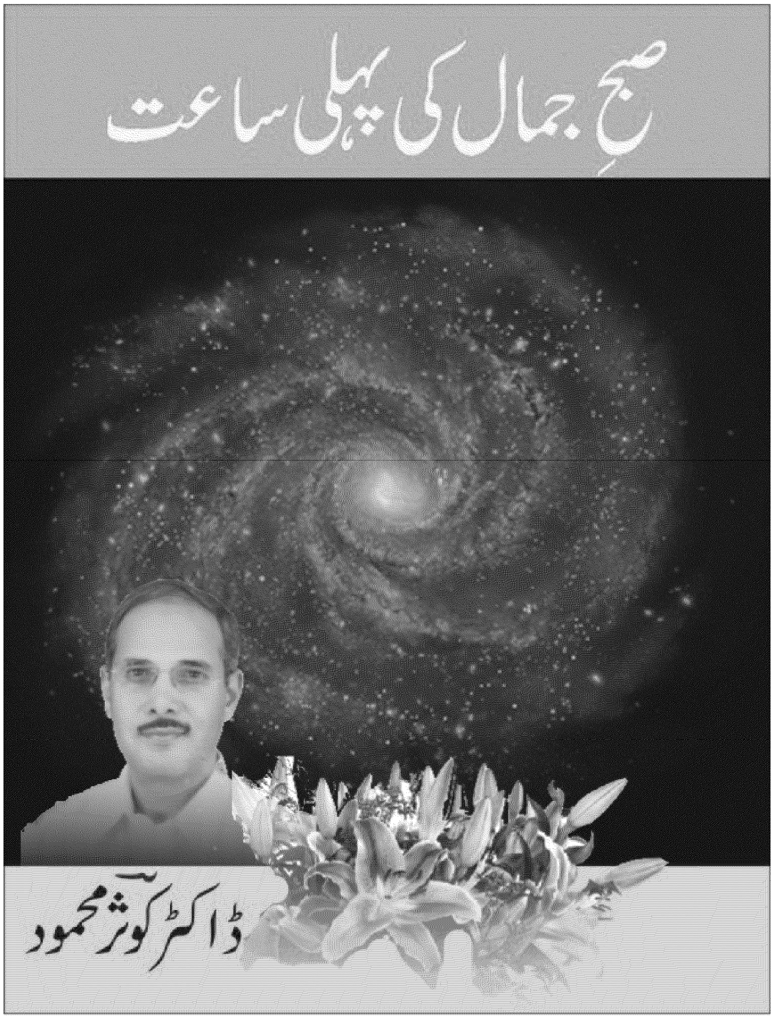

drkausarmahmood@gmail.com

drkausarmahmood@hotmail.com

صبحِ جمال کی پہلی ساعت

(دوسرا اردو شعری مجموعہ......طبعِ اوّل ۲۰۱۱ء)

ڈاکٹر کوثؔر محمود

انتساب

شاعرِ جمال......منیؔر نیازی

کے نام

صبحِ بخیر!

ایک کرن نے کھولی آنکھ
اور تتلی نے لی انگڑائی
کلی کلی نے شبنم کے آویزے پہنے
قوسِ قزح مُسکائی
صبحِ جمال کی پہلی ساعت
مجھ سے ملنے آئی

بہت پہلے!

بہت پہلے یہ لکھا جا چکا
تم کب، کہاں اور کیسے لوگوں میں جنم لوگے
تمہیں کس کس سے کتنی دیر ملنا ہے یہ سب طے ہے
تو پھر شکوہ اضافی ہے
ہمیں یہ لمحۂ موجود کافی ہے

تتلیاں پر کھولتی ہیں

بنفشی پھول پر اِک سرخ بوہٹی چل رہی ہے
روشنی بارش کے قطروں سے گزر کر
سات رنگوں کی دھنک میں ڈھل رہی ہے
اور مرا سورج
کسی آئینہ خانے میں ذرا سا مسکراتا ہے
کہیں امواجِ زرّیں پر مہکتا سا کوئی سندیس آتا ہے
خوشی سے کونپلیں پھر بولتی ہیں
اور ملائم دھوپ میں کھلتی تمازت جذب کرنے کے لیئے
آہستگی سے
تتلیاں پر کھولتی ہیں

دلّی میں ایک شام ...... (من پریت کور سے ایک مکالمہ)

مرا اِس شہر میں کوئی نہیں بی بی!
چمکتی موٹروں، مصروف سڑکوں
اور شکستہ حال تاریخی مناظر سے بھلا کیا واسطہ مجھ کو
''ہوئی مدت کہ غالبؔ مر گیا''
اور اُس کے مرقد کی زیارت بھی کسی سرکاری دفتر کی طرح

اوقات اور تعطیل سے مشروط ٹھہری ہے
مزاروں خانقاہوں سے بھی بُوے آشنائی اب نہیں آتی
مرے شیریں مقالِ ہند کو
خواجہؒ کی قربت اور عقیدت سے بڑا نقصان پہنچا ہے
چلو واپس چلو بی بی!
ہمیں اُس آخری بس کو پکڑنا ہے
جو ہم کو صبح تک پنجاب پہنچا دے
مجھے دربار صاحب کے سنہری گنبدوں سے
منعکس ہوتی کرنوں کو
لوحِ دل کے اُوپر نقش کرنا ہے
پھر اُس کے بعد کچھ پرشاد کھائیں گے
اٹاری کی طرف جاتی ہوئی پہلی سواری تک مجھے پہنچا کے
اپنے گھر چلی جانا
یقیں مانو!
تمہارے ساتھ گزرے پل مجھے واپس بلائیں گے
کبھی تو آنے جانے میں روکاوٹ ختم ہو گی
اور مرے بچّے بھی چھٹیوں میں تمہارے پاس آئیں گے
چلو وعدہ رہا،
اگلے برس دربار صاحب کے بلاوے پر جو آیا تو
تمہارا شہرِ مُکسر بھی تمہارے ساتھ دیکھوں گا

کسی بھی شہر کو اپنا سمجھنے کے لیے
دو منتظر آنکھیں ضروری ہیں!

وزیری میرے بھائی

وزیری میرے بھائی!
تیرا نوحہ آنے والے کل پہ رکھتا ہوں
ابھی تو ان گنت کڑیل جواں
اپنی روایت پر فدا ہوں گے
کئی ایثار پیشہ لڑکیوں کی مانگ اُجڑے گی
خمیدہ پُشت بوڑھے، پھول سے بچے
زمیں کا رزق ہوں گے
اور نہ جانے کتنی مائیں خشک آنکھوں سے
برستی آگ میں اپنے جگر گوشوں کے لاشے سامنے رکھے
قبیلے کے بڑوں کی راہ دیکھیں گی

خیابانِ تماشا میں عجب اِک شور برپا ہے
بزورِ عشوہ وغمزہ، بدیسی مال جبراً بیچتے ہیں
اور مرا دستِ ہنر بیکار ٹھہرا ہے

زراندوزی کی ہاہا کار میں کچھ سوچنا دشوار ٹھہرا ہے

میرے بھائی!
زمینوں کی تجارت اب بھلا کیا گُل کھلائے گی
کہ اب تو دور بیٹھے تاجروں نے بھاؤ کھولا ہے
محافظ ہیں کہ لمبی تان کر سوئے پڑے ہیں
خطِ افلاس کے نیچے کا منظر دیکھتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے
عجب اِک ہُو کا عالم ہے
وزیری میرے بھائی!
تیرا نوحہ آنے والے کل پہ رکھتا ہوں

ابھی......

ابھی تمہاری آنکھوں میں کچھ نیند کی پریاں آنکھ مچولی کھیلتی ہیں
ابھی تمہارا رُوپ روپہلا سورج کو شرمائے گا
ابھی تمہارے پھول سے چہرے پر شبنم میں قوسِ قزح کے رنگ اُترنا باقی ہیں
ابھی تمہارے لمس کی تتلی
صدیوں کی حیرانی لے کر
بابِ معانی کے طاقوں پر دستک دینے آئے گی
ابھی تمہارے ہونٹوں پر اِک حرفِ ملائم نے کھلنا ہے

ابھی طلسمِ کون و مکاں میں
رشتۂ جاں کے ایک سرے پر
تم نے خود سے ملنا ہے
ابھی تمہیں اِس گورکھ دھندے سے کیا لینا دینا ہے
ابھی تمہارے منہ سے کچّے دودھ کی خوشبو آتی ہے

سوچ رہا ہوں

کارِ جہاں کو کتنا سمیٹوں......سوچ رہا ہوں
اِک پل کو کتنا پھیلاؤں......سوچ رہا ہوں
سب کچھ میرا، میرا کیا ہے؟
سب ہی میرے، میرا کون؟
شام، محمدؐ، بنسی، کوثر
کیسے اِن کو یکجا کر کے اپنے گلے کا ہار بناؤں
کون سے رُوپ کے درشن بانٹوں
کون سا اپنا روپ چھپاؤں
کون و مکاں سے آگے جا کر
سمٹی ہوئی ابعاد کو کھولوں
کون ہوں میں؟
بولوں کہ نہ بولوں؟

المیہ

ہم باہمن تھے...... بے علم رہے

ہم چھتری تھے...... کمزور بنے

ہم ویش بھی تھے...... بے دام رہے

ہم شودر تھے

پر ایک صدی تک زندہ رہنا جوکھم تھا

ہم بیتے یگ میں زندہ رہے

ہم گھور سمے سے ڈرتے رہے

ہم لمحہ لمحہ مرتے رہے

ہم باہمن تھے......

سوچ کے آئینے پہ نقشِ خیال

نقرئی تتلیاں، بکھرتے پھول

ایک اُجڑی ہوئی سی قوسِ قزح

گوشۂ چشم سے اُترتی ہوئی

صبحِ عارض پہ پھیلتی ہوئی شام

راکھ ہوتا ہوا ستارہ کوئی
تیری بانہوں پہ نامکمل نظم
تجھ کو حیرت سے دیکھتا ہوا میں!

کون تھی وہ

کون تھی وہ؟
معلوم نہیں
پر اِک انجان کشش تھی اُس میں
جیسے دور سلگتے صندل کی برفیلی آگ
جیسے ایک رِشی کے چہرے پر کھلتا ہو جوگ تیاگ
جیسے برہا کی شبنم میں بھیگا
تیور سُر کا راگ
کون تھی وہ؟......معلوم نہیں

کون تھی وہ؟......معلوم نہیں
پر اُس کے بھرے بھرائے بدن میں جنموں کا تھا ایک گداز
اور نہ جانے کتنے زمانوں پر پھیلی تھی
اُس کی نرم خرام آواز
اُس کے ماتھے کی بندیا میں سمٹی ہوئی تھی

قطبی ستارے کی جھلمل

اُس کے بائیں کاندھے پر تھا ایک گلابی تِل !

کون تھی وہ؟...... معلوم نہیں

ایک اجنبی نظم

سوسن سے بھرے میدانوں میں

رم خوردہ آہو کے دو جڑواں بچّے کھیل رہے ہیں

اور کسی مرمر سے تراشے پیکر میں

لہروں کا تموّج

کون و مکاں سے آگے

اور تقویم سے باہر لمحے تک لے جاتا ہے

کون بھلا اِس منظر کی رعنائی سے بچ سکتا ہے

کون بھلا اس قوسِ قزح میں ڈھلتی ہوئی انگڑائی سے بچ سکتا ہے

دھیرے دھیرے ہولے ہولے

دھیرے دھیرے ہولے ہولے

پریم امرت میں خود کو بھگو لے

حُسنِ نظر کو تار بنا کر

سارے سندر پھول پرو لے

دھیرے دھیرے ہولے ہولے

لوحِ ازل کا حاشیہ دمکے

جو بھی حرف لکھے وہ چمکے

جو تصویر بنائے بولے

دھیرے دھیرے ہولے ہولے

تتلی کے رنگوں میں دمکے

خوشبو لمس کی جوت سے چھلکے

میں اور تُو کا بھید نہ کھولے

دھیرے دھیرے ہولے ہولے

بول نہ میرے آنگن کا گا

کتنے جنم سے کوثر جاگا

تھوڑی دیر ابھی وہ سولے

دھیرے دھیرے ہولے ہولے

وحید احمد سے ایک مکالمہ

وحید احمد!

تمہارے دشمنوں کے گھر خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں

اور تمہارے شیر خواروں سے وہ اب بالکل نہیں ڈرتے

وحید احمد! تمہارے شیر خواروں کے بدن
کالے سیہ بالوں سے بھرتے جا رہے ہیں
اور اُن کی چشمِ حیراں میں فقط بے گانگی کے سائے لرزاں ہیں
اُنہیں ماؤں نے اپنے دودھ سے محروم رکھا ہے
اُنہیں خوراک بیگانی زمینوں پر اُگی فصلوں کی ملتی ہے
سو اِس دھرتی کی خوشبو اُن کی رگ رگ میں نہیں اُتری

وحید احمد!
یہ بچے کل کو مکتب میں بھی جائیں گے
وہاں کیا کیا پڑھایا جا رہا ہے
اور اِس خطّے سے اُس کا کیا تعلق ہے یہ تم بھی جانتے ہو
یہ تم بھی جانتے ہو کہ
بہت سے مدرسوں میں آج اُردو بولنا بھی جرم ٹھہرا ہے
مری تہذیب کے سارے مظاہر کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں
وحید احمد!
یہ بچے کل کلاں ہم کو نہ پہچانیں تو اِن کو دوش مت دینا
کہ یہ سادہ ورق ہیں
اور اِن پر جو زباں لکھی گئی۔۔اُس کو ہی بولیں گے
وحید احمد!......تمہارے شیر خواروں سے بڑا دھوکا ہوا ہے

Une Rendez - vous

وحیدؔ احمد سے مل کر آ رہا ہوں
وہ کسی 'کولاژ کے پگھلے ہوئے شیشے میں'
اک تصویر کو حیرت سے دیکھے جا رہا تھا
اور اُس کے گرد
کچھ 'خانہ بدوشوں کے پھٹے پاپوش پر تاریخ کی کنڈلی
تماشا' بن گئی تھی
اور اُسے غم تھا کہ 'قصرِ فہم و دانش کی ہر اک دیوار ٹیڑھی ہے'
'کتب خانے کے اجلے کارپٹ پر' خود سے کہتا تھا
وحیدؔ احمد!
'لکیروں سے تجھے باہر' نکلنا ہے
وحیدؔ احمد سے مل کر آ رہا ہوں

یہ کیسا جبر ہے بھائی .... (شہزاد نیر کے لیے)

ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے ماضی ہے
سو مستقبل بھی جب آئے گا ماضی ہو چکا ہوگا
سو جو لکھا گیا
اُس میں تغیر اور تبدّل کیسے ممکن ہے

اگرچہ روشنی سے تیز تر پیغام برکوئی نہیں لیکن
وہاں کیا ہو رہا ہے؟
یہ خبر ہم تک نہ پہنچے گی کہ ہم تو مر چکے ہوں گے

ہماری حیثیت کیا ہے؟
ذرا سا اِک سیہ دھبہ
ہماری کہکشاں کی قبر ہے بھائی
یہ کیسا جبر ہے بھائی ؟

فیری لینڈ

پریوں کی شہزادی اپنے راج محل سے نکلی ہے
حدِّ نظر تک پھول کھلے ہیں
یوں لگتا ہے
خوشبو اپنا آپ سمیٹے
نرم روی سے
قوسِ قزح کے ست رنگے جھولے میں جھولا جھول رہی ہے......
ظالم جادوگر......
شہزادہ......
دھول میں لپٹی صبحیں، شامیں......

سو جاؤ بچو!
آگے کہانی بھول رہی ہے......

نوسٹلجیا

موٹر کے شیشے کے باہر
دور پہاڑی کے دامن تک
پیلی سرسوں پھول رہی ہے
نرم ہوا کے جھونکوں سے
جنگلی زیتون کی ڈالی ڈالی جھول رہی ہے
میں کھڑکی سے چہرہ لگائے سوچ رہا ہوں......

وہ بھی کیا دن تھے
جب میں کھیتوں اور کھلیانوں میں سرپٹ دوڑا کرتا تھا......
موتیے کی لچکیلی شاخ پہ پہلا پہلا پھول کھلا تھا......
چشمے کی جانب جاتی پگڈنڈی ساری مہک رہی تھی......
تُرش انار پہ ایک کٹاری چہک رہی تھی......

اگلی چار دہائیوں پر
اک گرد کی چادر تنی ہوئی ہے

چشمہ شاید سوکھ گیا ہے
گاؤں کے باہر ٹیلے پر
اک پانی کی ٹینکی بنی ہوئی ہے
میں کھڑکی سے چہرہ لگائے سوچ رہا ہوں......

پت جھڑ میں چمکیلی دھوپ

پت جھڑ میں چمکیلی دھوپ اور
'تیز ہوا کا شور'
کسی پہاڑی ہوٹل کے پچھواڑے میں
اِک سامنے والی خالی کرسی، ٹھنڈی چائے
پل پل راکھ میں ڈھلتا جیون
جھاگ اُڑاتا، شور مچاتا
خواہش کا دریا مُنہ زور
پت جھڑ میں چمکیلی دھوپ اور 'تیز ہوا کا شور'

بابِ پنجم پر دستک

ہرا بھرا اخروٹ کا پیڑ
ڈری ڈری سی، بھری بھری سی

ایک گلہری
ٹھنڈا میٹھا جھر جھر بہنے والا چشمہ
کانوں میں رَس گھول رہا ہے
آنکھیں سَیر ہوئی جاتی ہیں
اور حلق میں اُگنے والے کانٹوں میں
جیون کا پنچھی بول رہا ہے

رنگوں سے باہر

پسِ منظر خرد موجی شعاؤں بھرا تھا
ہمارے سالمے ذیلی عناصر میں ابھی تقسیم ہونے تھے
اور اِس تقسیم در تقسیم کے ذرّات کی امواج کو
رنگوں سے باہر طیف کا مقسوم ہونا تھا
بشارت صبحِ روشن کی ہمیں بیتاب کرتی تھی
طلوعِ مہر سے پہلے
ہمیں معدوم ہونا تھا
حصارِ آگہی میں خود شناسی کو خیالِ خام لکھا تھا
مگر لوحِ زمانی پر
کوئی نِروان کا لمحہ ہمارے نام لکھا تھا
پسِ منظر خرد موجی شعاعوں سے بھرا تھا

بابا جی! مجھے جانتے ہو؟....... (رشید امجد کے لیے)

میں نے اجنتا، ایلورا کے غاروں میں
نقّاشی کرنے والے سنگ تراشوں کی آنکھوں میں
اور اُن کے اوزاروں سے اُڑنے والی چنگاریوں میں تم کو دیکھا......
میں نے تمھیں تب بھی دیکھا
جب کوشلّیا کے پہلو میں
کوٹلیا......دانش کے موتی......بکھراتا تھا
اور تم پتھرائی ہوئی آنکھوں سے
مندر کی رقاصہ کو
پتھر میں ڈھلتے دیکھتے تھے

پھر اپنے جسم کو چھوڑ کے تم نے
رقصاں خوشبو کے پاؤں میں لفظوں کی زنجیریں ڈالیں
اور ''منظر سے باہر خوشبو'' کو منظر کا حصہ بنا کر
خود مرنے کا سوچ رہے تھے......

میں نے تمھیں 'پنڈی ہوٹل' کی میلی کچیلی میزوں پر
کچھ اپنے جیسے سست روؤں کے ساتھ
خلاؤں کی تسخیر کے چم چم کرتے خوابوں کو

اور، موتی سے الفاظ کی جگمگ جگمگ لڑیوں کو
خود آتش دان کی راکھ میں پھینکتے
اور اندر سے اُٹھنے والی آگ کی لپٹوں سے
اپنا تن من جھلساتے دیکھا......

بابا جی! مجھے جانتے ہو؟
میں کل بھی تھا، میں آج بھی ہوں
میں آنے والا وقت بھی ہوں
اور میں نے تمہیں مرنے نہیں دینا!
بابا جی! مجھے جانتے ہو؟

رائیگانی...... (رشید امجد کے لیے)

عجب خوشبو بھرے دن تھے
ہم اپنے جسم کے ملبے سے خوشبو کی طرح اُٹھے
مسافر جاگتے تھے، شہر سوتا تھا
کسی درویش کے ہمراہ
ہم نے وقت کے اُن منجمد سے برف زاروں میں تجھے ڈھونڈا
جہاں ہر اِک صدا
دوشِ ہوا پر جم گئی تھی......

ہمارا عام سے گھر میں جنم لینا مقدر تھا
ہمارے خواب خوشبو میں ڈھلے کب تھے
کہ اِس لوحِ زمانی پر جلی حرفوں میں تُو لکھتا:
''جو اپنے جسم کے ملبے سے خوشبو کی طرح اُٹھے
یہاں آرام کرتے ہیں''

تتلی کی تقویم میں...... (رشید امجد کے لیے)

تتلی کی تقویم میں
صدیاں، سال، مہینے، کب آتے ہیں
تتلی لمحوں کو گنتی ہے
لیکن پھر بھی اپنا کام سلیقے سے پورا کرتی ہے
وقت کے جبر کا شکوہ کرنا
اُس کی سرشت میں کب لکھا ہے؟
وہ تو بس اپنے جیسی بہت سی سُندر تتلیوں کو
دنیا میں لانے کی خاطر
جنم جنم ہجرت کرتی ہے
لیکن اُن کی سُندرتا کو دیکھنے سے پہلے پہلے ہی
اِک دن تیز ہوا کے رُخ پر
یوں چپ چاپ چلی جاتی ہے

جیسے پھول سے نکلی خوشبو
پھول میں واپس کب آتی ہے

وہ آخر کیسے بولے گا...... (ارشد معراج کے لیے)

سرِ طاقِ فراموشی
گذشتہ صحبتوں کی شمع جلتی ہے
اُلوہی آئنوں پر آتی جاتی سانس پہرہ دے رہی ہے
اور مکمل تیرگی اور خامشی ہے واں
جہاں رنگوں کی برکھا
اور آوازوں کی رم جھم سے ہر اِک تصویر بنتی ہے
جہاں ہر خواب کی تتلی
سبھاؤ سے، رچاؤ سے جب اِٹھلائے
تو پھر تعبیر بنتی ہے
جہاں حرف و معانی کا طلسمِ بے کراں
برقی اشاروں میں شنیدہ ناشنیدہ ہے
چمن زارِ معانی میں ہمارا نام بھی شاید
گُلِ ناآفریدہ ہے
مرے بھائی!
کلیدِ جسم و جاں سے قفلِ ابجد کون کھولے گا؟

یگوں کی خامشی کا بھید جس پر منکشف ہوگا
وہ آخر کیسے بولے گا؟

یہی اپنی کہانی ہے...... (ارشد معراج کے لیے)

سرِ طاقِ فراموشی، پسِ گردِ الم کوشی
''مجسّم حیرتی آنکھیں''
روپہلی ریشمی کرنیں
مہکتے شبنمی پیکر
جہاں بھر کی شناسائی
پھر اُس کے بعد اُڑتی خاک......
اَلْقِصّہ......
یہی اپنی کہانی ہے

چلو ہم آگے چلتے ہیں...... (ارشد معراج کے لیے)

تتلیاں......
پھولوں میں اُن رنگوں کا بھی ادراک رکھتی ہیں
ہماری آنکھ پر جو منکشف ہوتے
تو منظر ہی بدل جاتا......

مگراب کیا کیا جائے......؟
ہمیں یہ سارا منظر وقت کی کھڑکی سے، ویسے دیکھنا ہے
جیسا اُس کو دیکھنا منظور ہے بھائی!
یہی دستور ہے بھائی!

تماشے میں نیا کچھ بھی نہیں لیکن
تماشہ دیکھنے والے بدلتے ہیں
تماشہ گر سے کیوں اُلجھیں؟
چلو! ہم آگے چلتے ہیں!

کم کم یاد کیا کرنا

تم
سے
نہیں

یہ
میں
کہنے
والا......'تم سے محبت کرتا ہوں'
ثابت ہو جائے گا تم پر

رات کے راہی، دن کے مسافر......

بالآخر کھو جاتے ہیں

آیئے اب کہیں ٹھہر جائیں (شاہین عباس کے لیے)

شورِ وحشت سے دل لرزتا ہے
آئینہ دیکھنے سے خوف آئے
ہائے وہ لوگ خوشبوؤں جیسے
یاد آئیں تو آنکھ ڈھونڈتی ہے
نیند اور خواب....(ایک کارِ عبث)
عشق وہ سیلِ بے اماں صاحب
بات کیجیے زبان کٹتی ہے
آیئے! اب کہیں ٹھہر جائیں
سارے رستے اُدھر کو جاتے ہیں

(در صنعتِ توشیح)

ان سنگ ہیروز

وطن کی مٹی کی خوشبوؤں کو نفس نفس میں بسانے والے
وہ اپنے فن کو جلانے والے
وہ تیرگی میں کرن کرن جگمگانے والے

وہ جن کی دانش، مہارتوں کو کبھی خریدا نہ جا سکا تھا
جنھوں نے باہر سے آنے والے مثالیوں کو چُنا نہیں تھا
جو اپنے لوگوں کے ساتھ شیر و شکر ہوئے تھے
ہر ایک جارح کے سامنے جو ہمیشہ سینہ سپر ہوئے تھے
وہی ہمارے مثالیے تھے......
ہم اپنے بچوں کا نام رکھتے
تو اُن سپوتوں کا مان رکھتے

مگر وہ تاریخ کی کتابوں میں سو رہے ہیں......
ہمارے بارے میں آنے والے مؤرخوں کو خبر نہ ہوگی
ہم اپنے ماضی کو رو رہے ہیں
ہم اپنے بچوں کو زر کی منڈی میں بیچ آئے
ہم اپنے سونا اگلتے کھیتوں میں صرف کانٹوں کو بو رہے ہیں
ہمارے بارے میں آنے والے مؤرخوں کو خبر نہ ہوگی

''عبرت سرائے دہر''...... (منیر نیازی کے لیے)

تم جس گھر پہ میرے نام کی تختی دیکھ رہے ہو
اب یہ گھر میرا تو نہیں......

گھنٹی کی آواز پہ نچلی کھڑکی سے
تشکیک بھری
دو جھانکنے والی آنکھیں تم سے پوچھ رہی ہیں
کون ہو تم ؟
اور کیوں آئے ہو؟

قرۃ العین طاہرہ کیلئے ایک نظم

اے قتیلِ حرفِ لا !
اے ماہِ قزویں سُن !
ترے اقبالؔ کا مرقد چراغِ عصر تھا
اب طاقِ نسیاں میں سَجایا جا چکا ہے
''نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر''
اک خواب تھا شاید، بُھلایا جا چکا ہے
اور ہماری لوک دانش کا
ہمارے مدرسوں میں داخلہ ممنوع ٹھہرا ہے
زرِ خالص لٹایا جا رہا ہے، کوئلوں پر سخت پہرہ ہے
پُرانے معبدوں کے طاقچوں میں گرد اُڑتی ہے
گلستاں، بوستاں و بلبلِ شیرازؔ بھی یاں اجنبی ٹھہرے
مجھے اب کون پوچھے گا ؟
قتیلِ حرفِ لا !

ستارے جس سے روشن ہیں

وہ کیا شے ہے؟
ستارے جس سے روشن ہیں
وہ کیا شے ہے؟
کہ ہر ذرّے کو لہروں میں بدلتی ہے
جو، ہر ذی روح میں
اِک لہر بن کر زندگی کا نام لیتی ہے
مگر خود کو ہوائے جذب و مستی میں،
مقامِ بندگی، رمزِ انالحق میں چھپاتی ہے
فقط آئینۂ عرفان میں چہرہ دکھاتی ہے
وہی اِک علّتِ اولیٰ
جو حرفِ کُن سے پہلے ہے
وہ کیا شے ہے؟

ایک توازن پر......

(رانا سعید دوشی کے لیے)

ایک توازن پر موقوف ہے
دنیا بھر کی رعنائی
گھر داری کی اپنی مہک ہے

بچوں کی اپنی خوشبو......

دنیا سے ہم کیا لیتے ہیں
اور بدلے میں کیا دیتے ہیں
اس کا حساب نہیں ہو پاتا
بھرے بھرائے آنگن کی مانوس مہک سے
دل اُکتا بھی سکتا ہے
اور کوئی انجانی خوشبو
جیون کو مہکا سکتی ہے
من میں پھول کھلا سکتی ہے
لیکن ذرا ذرا سی خوشیاں
جوگ تیاگ سکھا دیتی ہیں
اپنا آپ بھلا دیتی ہیں
ایک توازن پر موقوف ہے
دنیا بھر کی رعنائی!

صفحۂ ہستی پر

صفحۂ ہستی پر تُو اپنی قوسِ قزح بکھراتا ہے

جیون کے خاموش نگر میں
نئے نئے الفاظ کے پنچھی
پھر سے چہکنے لگتے ہیں
سہج سلیقے سے اِک خوشبو
اپنا آنچل پھیلاتی ہے
پھر کتنے ہی سادہ رُو اوراق مہکنے لگتے ہیں
صحنِ چمن کا پھول پھول اِٹھلاتا ہے
صفحۂ ہستی پر تُو اپنی قوسِ قزح بکھراتا ہے

خوشبو کا سفر

پیار بھرے اِک لمس سے جاگے
چاہت کے جھولے میں جھولے
اپنی جوت سے جوت جگائے
یاد کے بستر پر سو جائے
خوشبو کا آغاز یہی ہے
خوشبو کا انجام یہی ہے

کوئی رنگ نہیں کوئی خوشبو نہیں

کوئی رنگ نہیں

کوئی خوشبو نہیں
کوئی شکل نہیں
کوئی نام نہیں
ہم صحنِ چمن میں ایسے کھلے
ہمیں دیکھنے والا کوئی نہ تھا
ہم جیتے رہے، ہم مرتے رہے
ہمیں سوچنے والا کوئی نہ تھا
اِس دنیا کے مے خانے میں کوئی ذکر ہمارا کیوں کرتا
ہم بادہ و جام کے لوگ نہ تھے
ہم یاد تمہیں کیسے رہتے
ہم منظرِ عام کے لوگ نہ تھے
کوئی رنگ نہیں کوئی خوشبو نہیں......

قیامت آ ہی جائے گی

میں ڈرتا ہوں
تمہارے جسم کی خوابیدہ خوشبو سے
اُسے میرے لہو کی گرم خوشبو جب جگائے گی
قیامت آ ہی جائے گی

ڈرو خوابیدہ خوشبو سے

ڈرو خوابیدہ خوشبو سے
کہ جب وہ آنکھ کھولے گی
تمہیں کچھ بھی نہ سوجھے گا
ابھی وہ رات کی رانی کے پہلو میں سمائی ہے
ابھی وہ اِک پہیلی ہے
پہیلی کون بوجھے گا؟
ڈرو خوابیدہ خوشبو سے
کہ جب وہ آنکھ کھولے گی
تمہیں کچھ بھی نہ سوجھے گا

خوشبو جزو ہے، خوشبو کُل ہے

ڈھونڈنے نکلو، ہاتھ نہ آئے
کبھی اچانک ہی مل جائے
اِک پل میں سُدھ بُدھ بسرائے
اگلے لمحے بھول بھی جائے
سرحدِ نور سے آگے جائے
مٹی کا جوہر کہلائے

خوشبو کے اِس کھیل میں پیارے
اتنی بات سمجھ میں آئے
تارِ الست میں نغمۂ گُل ہے
خوشبو جز و ہے، خوشبو کُل ہے
ڈھونڈنے نکلو، ہاتھ نہ آئے
کبھی اچانک ہی مل جائے

فیس بُک پر مجھے تلاش نہ کر

فیس بُک پر مجھے تلاش نہ کر
اپنے چہرے کے آئینے میں دیکھ
عارضِ گل میں ڈھونڈ مت مجھ کو
اپنی خوشبو کے زاویے میں دیکھ
گر تجھے واں نہیں ملا تو پھر
یہ سمجھ لینا میں کہیں بھی نہیں......
فیس بُک پر مجھے تلاش نہ کر......

خوشبو فیصلہ کرتی ہے

کون ہمیں اچھا لگتا ہے

اور کتنا اچھا لگتا ہے
اِس کا فیصلہ پہلی نظر میں
ہم کو خبر ہونے سے پہلے
خوشبو خود ہی کر دیتی ہے

المیہ

جاذبِ نظر ذرا انہیں دیکھو جو غور سے
بازارِ اقتصاد میں پھولوں کے درمیاں
رنگین عورتوں کے تبسّم کھلے ہوئے

غزلیات

ہجر میں رات، انتظار میں دن
دے دیا تیرے اختیار میں دن
ایک آسودگی سمیٹے ہوئے
ایک بے نام اضطرار میں دن
عمر بھر کا خسارہ نکلا ہے
کس نے رکھا تھا جیت ہار میں دن
جل بجھیں جب جواہرِ شب تاب
پھر نکلتا ہے مرغزار میں دن

ق

موجِ رنگِ گلِ بہار میں دن
کٹ گیا ایک کوئے یار میں دن
کس نے پہنا سیاہ پیراہن
کون رکھتا ہے ظرفِ تار میں دن
حسنِ تفصیل کا تقاضہ شب
حسنِ اجمال و اختصار میں دن

ق

کیسی شیرینی اور ملاحت ہے
کھو گیا روئے زرنگار میں دن
کیسا خوش خوش دکھائی دیتا ہے
صبح دم وادیٔ خمار میں دن
کتنا اُجلا ہے کتنا روشن ہے
دامنِ کوہ کے حصار میں دن
(دامنِ کوہ......اسلام آباد کی ایک روشن صبح کے نام)

منیر سیفی کے لیے

تجھ کو دیکھنے والوں سے
آتی ہے تیری خوشبو
دیر سے تجھ کو جانے لوگ
شام کا پہلا تارا تو
خوشبو کھینچ کے لائی تری
دشتِ سخن کے سب آہو

ق

خواب سرائے میں آیا کون
صبح مہکتا تھا پہلو
اندر کی دنیا اِک بھید
باہر کی دنیا جادو

روشنی آنکھ کو پگھلائے
تاریکی کرتی ہے رفو
فانی دنیا، فانی لوگ
ایک تماشا رنگ اور بُو
باقی رہے گا فقط کوثر
تارِ الست میں نغمۂ 'ہُو'

❁

ہر کوئی جب، حضور! جاگتا ہے
اجتماعی شعور جاگتا ہے
سو بھی جائیں تو شاہزادوں کا
سر پہ تاجِ غرور جاگتا ہے
آتشِ جاں کی آنکھ لگتی ہے
روحِ عالم، بخور، جاگتا ہے
حرف و معنی سے ہے وراء مفہوم
اور بین السطور جاگتا ہے
چین کی نیند کون سوتا ہے
جب کوئی ہم سے دور جاگتا ہے
کتنی بے فیض ہو گئی دنیا
لطفِ اہلِ قبور جاگتا ہے
وسعتِ ظرف ہے جسے منظور

وہ مری جاں، ضرور جاگتا ہے
سو گئے سب تو کیا ہوا کوثرؔ
اب بھی اِک کوہِ نور جاگتا ہے

❁

لا مکاں چپ رہے، مکاں بولے
جب مرا یارِ بد گماں بولے
اپنے فن کا وہی امام بنے
عام لوگوں کی جو زباں بولے
خاص لہجہ اسی کو کہتے ہیں
حرف و معنی کے درمیاں بولے
سیکھتا ہے نصیب سے کوئی
کس جگہ چپ رہے، کہاں بولے
اتنی چاہت سے کس نے بھیجا ہے
صاف یہ حسنِ ارمغاں بولے
نقش کوثرؔ ترا اُبھرتا ہے
مصرعِ تر جہاں جہاں بولے

ق

دوست خاموش تھے، کہاں بولے
میرے حق میں فلاں فلاں بولے

کون ہوتا ہے پھر کلیم وہاں
میرا معجز بیاں جہاں بولے

❁

کس کے پاؤں کو چومتی ہے خاک
منبعِ نور بن گئی ہے خاک
بر لبِ کوزہ گر تبسّم ہے
کیسے سانچے میں ڈھل رہی ہے خاک
آج خورشید کے مقابل ہے
جانے کتنے جنم جلی ہے خاک
من و یزداں حروفِ اوّل ہیں
کیسے لہجے میں بولتی ہے خاک
نقش پانی پہ کب ٹھہرتا ہے
پردۂ چشم پر جمی ہے خاک
چشمِ الطاف، یہ ترا اعجاز!
نم سے پہلے ہری بھری ہے خاک
وقت سیّال روشنی کی طرح
اور ہیرے کی اِک کنی ہے خاک
تشنگی حد سے بڑھ گئی کوثؔر
اور دریا میں بہہ رہی ہے خاک

❁

اگرچہ کور ہے آئینۂ خیال ادھر
بلطفِ خاص کوئی لمعۂ جمال ادھر
ادب تو حفظِ مراتب سکھائے جاتا ہے
غلوئے شوق سے ہے جرأتِ سوال ادھر
خمارِ جامِ لبِ لعلِ خوش نما کم ہے
متاعِ کاسۂ خورشید کو اُچھال ادھر
وہی امامِ زماں بن گئے سرِ تقویم
شمار میں نہیں آئے جو ماہ و سال ادھر
سوائے حسنِ طلب کچھ نہیں وہاں کوثرؔ
اضافیت ہے فقط خواہشِ وصال ادھر

❁

بارِ ذوقِ سلیم جانتے ہیں
تیرا خلدَ نعیم جانتے ہیں
مصدرِ گُل سے آشنائی ہے
رازہائے حریم جانتے ہیں
روئے گُل سے بھی ایک نسبت ہے
عکسِ موجِ شمیم جانتے ہیں
پردۂ حادثات میں ہے مگر
حُسنِ خلقِ قدیم جانتے ہیں
غالبؔ خستہ کے مقلّد ہیں

ہم الف لام میم جانتے ہیں
پتھروں کی زبان ہے کوثرؔ
سنگِ رہ کو کلیم جانتے ہیں

اپنا مسجود الگ، کعبہ الگ، قبلہ نما اور
شاعری سب سے جدا، لہجہ نیا، طرزِ ادا اور
آسمانوں پہ لکھا اور ہے، دنیا میں لکھا اور
جانتے ہیں تیری منشا ہے الگ، تیری رضا اور
آئینہ خانۂ قدرت کا تماشا ہے قیامت
عین ممکن ہے کہ ہو روزِ لِقا، روزِ جزا اور
مرحلے طے ہوئے جاتے تھے سبھی کون و مکاں کے
ایک دستک پہ مگر فاصلہ دوچند ہوا اور

ہر آئنے پہ جہاں گردِ ماہ و سال اُڑے
پھر اس فضا میں کہاں توسنِ خیال اُڑے
بصد غرور ترے در سے خاکسار اُٹھے
بصد نیاز، بصد عجز و احتمال اُڑے
بغیرِ دانہ بھی آئے ہیں زیرِ دام مگر
پرندے اڑنے پہ آئے تو لے کے جال اُڑے
ہمارے سامنے تہذیب پر زوال آیا

نگار خانۂ ہستی کے خدّ وخال اُڑے
اُنہیں عجیب لگا کارِ آشیاں بندی
جو آشیاں کی طلب میں ہزار سال اُڑے
شکستہ پر ہے اگر طائرِ سخن کوثرؔ
مغائرت کی فضا میں اسے اُچھال، اُڑے

❁

حدیثِ طوبیٰ و کوثر میں بس اتنی خرابی ہے
ذرا سی بے یقینی ہے، ذرا سی دیر یابی ہے
یہ ہنگامہ شکستِ ذات کی توسیع لگتا ہے
چلو ہم مان لیتے ہیں تمہاری کامیابی ہے
کوئی فکرِ رسا لے کہاں جائے، کرے کیا کیا
حجابِ ذات کے اندر جہانِ بے حجابی ہے
رگ وپے میں عجب سی اک کمک محسوس ہوتی ہے
جنابِ حُسن میں شاید نویدِ باریابی ہے
من و تو کے فسانے کو اضافی کہنا پڑتا ہے
نگارِ آرزو کوثرؔ مثالِ ماہتابی ہے

❁

گُلِ نَورُستہ ترے پہلو بہ پہلو دیکھوں
تیری توسیع لگے، تیری ہی خوشبو دیکھوں
آئینہ خانۂ ہستی کا جواز اور نہیں کچھ

تُو ہی تُو آئے نظر اور تجھے ہر سُو دیکھوں
اپنے شیرازۂ ہستی کو بکھرتا لکھوں

خواب میں رشکِ کلیسا کو تنک خُو دیکھوں
دامنِ شب کے جواہر تیرے قدموں پہ نثار

صبح کو منتظرِ جنبشِ ابرو دیکھوں
تا بہ کے شرحِ لبِ لعلِ یمن ممکن ہے

تیرے عارض پہ کوئی حاشیہ مِینُو دیکھوں
خامشی رشکِ سخن اور سُخن رشکِ کلام

یعنی سر چڑھ کے جو بولے وہی جادو دیکھوں
مُشک و عنبر سے مضامین چلے آتے ہیں

تیرے شانوں پہ بکھرتے ہوئے گیسو دیکھوں
حُسنِ یزداں کا کوئی عکس نظر آئے مجھے

تیرا چہرہ، تیرا سینہ، تیرے بازو دیکھوں
جس کی خوشبو کے تعاقب میں ہوں رَم خوردہ غزال

اپنے گلگشتِ تمنا میں وہ آہو دیکھوں
رَم فراموش کیے بیٹھے ہیں آہو کوثر

رشکِ مہتاب! تجھے کیسے لبِ جو دیکھوں

❁

حُسنِ اوّل ہے یہاں چہرہ کُشا، جلوہ نما دیکھ
دیکھ! یہ رنگِ غزل، طرزِ ادا، لہجہ نیا، دیکھ

بختِ مشّاطۂ ویران سرا، برگِ حنا دیکھ
عارضِ گُل سے گذر، بندِ قبا، رنگِ حیا دیکھ
دھول اُڑتی ہے تیرے آئنہ خانوں میں مسلسل
دیکھ اِس اَور، مری اَور، سزاوارِ ثنا دیکھ

ق

ہے بہت دور ترا روزِ لقا، روزِ جزا دیکھ
چشمِ مشتاق میں گلگشتِ بقا، دشتِ فنا دیکھ

❁

وصل اور فصل کے اِک عالمِ حیرت میں رہا ہے
دل بہرحال کسی زعمِ رفاقت میں رہا ہے
ماہِ کنعاں کی طرح چاہِ غیابت میں رہا ہے
یہ تعلق جو کسی عرصۂ فَترت میں رہا ہے
کون کہتا ہے اسے طوطیٔ اقلیمِ سخن
تیرا کوثر تو کسی کُنجِ غرابت میں رہا ہے

❁

معجزہ کب کوئی رکھا ہے مرے دستِ ہنر میں
یہ سخن بھی ہے کسی حرفِ اضافی کے اثر میں
کون پڑھتا ہے حکایاتِ جنوں خیز کا دفتر
سانس لیتا ہے ترا شہر کسی تازہ خبر میں
ایک روشن سی کوئی صبح ترے شہر میں اُترے

اِک مہکتی سی کوئی شام مرے رختِ سفر میں
میرے ہونے کا جواز ایسے نکل آئے گا شاید
سائے کو مان لیا جائے جو توسیعِ شجر میں
یہ کھلی آنکھوں سے دیکھا ہوا اک خواب ہے کیا ہے
یہ پذیرائی مری حلقۂ اربابِ نظر میں
ایسی کیا بات ہے اُس چشمِ فسوں کار میں کوثرؔ
دائرے کھنچتی جاتی ہے جو انوارِ سحر میں

❁

دائرہ دائرہ بٹتے ہوئے پُر پیچ زمانوں میں سفر کر
میں نے جو عمر گذاری ہے کسی طور اِسے تو بھی بسر کر
ٹوٹ جائے گا مرا خواب کہ اِک پھول سے پیکر میں ڈھلے گا
دیکھتا ہوں یہ قیامت بھی کسی لمحۂ آئندہ میں مر کر
غیر محسوس کوئی نقش بنا لمس کے ایصال سے کوثرؔ
یہ مرا خواب ہے، اِک شیشۂ نازک ہے سلیقے سے گذر کر
تیرے ماضی کے کسی گوشے میں اِک ساعتِ روشن ہوں میں کوثرؔ
اور اسی ساعتِ روشن کو کہیں لوحِ زمانی پہ امر کر

❁

صرف ہم زیستی ہے سچائی
اور سب جھوٹ، بزم آرائی
خاکساروں کے دم قدم سے ہے

کونیاتی سریر آرائی
تجھ کو دیکھے تو بھول جاتا ہے
آہوئے شوق دشت پیمائی
پوچھنا ٹوٹتے ستارے سے
کن مظاہر کا ہے تمنائی
دل دھڑکتا ہے تیز تر لَے میں
ہے تجاذب کی کار فرمائی
کیسا دہکا ہے سب چمن کوثر
کس گلِ تر کی ہے یہ رعنائی

تجھے کچھ اور کہنا کیا
فلا تُشْمِطُ بی الاعداء
عجب لطفِ مکرر ہے
بدم گفتی جزاک اللہ
کہاں آئینۂ وحشت
کہاں یہ حسنِ خود آراء
مشامِ جاں معطر ہے
بہ اعجازِ گلِ رعنا

کوئی تو نظم کرے یہ مکاشفاتِ حرم

پکارتے ہیں برابر عجائباتِ حرم
رُکیں تو دیکھیں، طلسمِ تغیّراتِ حرم
عجیب تر ہے نظامِ مخابراتِ حرم
غریبِ شہر سے کہتے ہیں عائلاتِ حرم
ہمارا حق مقدّم، تجلّیاتِ حرم

ق

کہاں کہاں نہیں پہنچے مشاجراتِ حرم
سمٹ رہے ہیں مسلسل مفاخراتِ حرم
بری امامؒ اور اُس کے مواضعات کہاں
حضور! کچھ تو علاجِ مغائراتِ حرم
کوئی ستم ہے کہ سُلجھاؤ کی نہیں صورت
اُلجھتے جاتے ہیں کوثرؔ معاملاتِ حرم

وقت سے ماوراء حدود کا ہے
مسئلہ صرف ہست و بود کا ہے
ماسوا کچھ نظر نہیں آتا
آئنہ وحدت الوجود کا ہے
روشنی ہے کہ دور بھاگتی ہے
بر سرِ شمع سایہ دود کا ہے
دیکھئے کیا پیام آتا ہے

مژدہ فرخ قدم وفود کا ہے
مانگ اس کنجِ عافیت کی خیر
غلغلہ بے اماں جنود کا ہے

من چاہا، موجود نہیں
جو کچھ ہے، مقصود نہیں
سامنے آ کر درشن دو
ساعت نامسعود نہیں
تم کچھ بھول گئے شاید
میں کوثر محمود نہیں

شکستِ بربطِ ہستی، مسلسل تیز تر لَے میں
کسی نادیدنی کا ڈر، بُنِ ہر مُو، رگ و پَے میں
کہیں نقشِ خیالی میں، کہیں عکسِ مثالی میں
عطائے طوبیٰ و کوثر، خراباتِ جم و کَے میں
عجب اِک بے کلی کا زہر اُترا ہے وریدوں میں
مدارِ عافیت میں بھی، حصارِ مرگِ لاشَے میں
سنو یہ اصل سے کٹنے کا قصہ 'ماروا' بن کر
صدائے نغمۂ برگِ خزاں میں، یا مری نَے میں

کچھ مناظر نئے بناتے ہیں
آؤ ہم آئنے بناتے ہیں
تیرے آنگن میں کھلتے پھولوں سے
لوگ اب زائچے بناتے ہیں
خوشبوؤں کو کشید کرتے ہیں
لمس کے ذائقے بناتے ہیں
روئے گل سے گریز کرتے ہیں
نُقرئی حاشیے بناتے ہیں
کہکشاں گردِ رہ دکھاتے ہیں
منتظر قافلے بناتے ہیں
عکس در عکس ایک منظر ہے
مختلف، آئنے بناتے ہیں

ق

کچھ تو ہے اعتبار قربت میں
اور کچھ فاصلے بناتے ہیں
کب تجاذب سے ہے مفر کوثرؔ
آؤ کچھ مرکزے بناتے ہیں

❁

چاند، ستارے سرگرداں
آنکھیں تیری نیل گگن

خوشبو ہے دہلیز تری
باغِ ارم تیرا آنگن
صبح کی نرمل کرنوں میں
تیرے بدن کا اُجلا پن
تو ہی تُو سب اور دِکھے
ہر اِک پھول ترا درپن
آنے والا کل ہے کرن
بیتا پل ہے سُندر بن
ہردَے کہو یا دل یا مَنّ
یاد کرے تجھے ہر دھڑکن

ق

پہلے پیار کا پہلا پھول
مہکائے سارا جیون
تتلی کی سُندرتا میں
تیرے رُوپ کے ہیں درشن
کتنے یگُوں پر پھیلی ہے
تیری پائل کی چھن چھن
اُنگلیاں موتئے کی کلیاں
باہیں تراشیدہ چندن
سورج ماتھے کا جھومر

چاند کلائی میں کنگن
تجھ کو دونوں ڈھونڈتے ہیں
تتلی اور مرا بچپن

فردیات ومتفرقات

دودھ کے کٹورے میں، پھول دو چنبیلی کے
لہر لہر رقصاں بھی، اِک جگہ پہ قائم بھی

اب تو ہنس دے مرے چراغ بدست
لے تجھے روشنی عطا کی گئی

روشنی روشنی وہاں اُترے
میرا معجز بیاں جہاں اُترے
جانے کس اور تھے مرے آثار
جانے کس اور کارواں اُترے
شب درِ میکدہ کھلا کوثر
شب سفیرانِ لامکاں اُترے

۞

دائرہ دائرہ بٹتے ہوئے پُر پیچ زمانوں میں سفر کر
میں نے جو عمر گذاری ہے کسی طور اسے تو بھی بسر کر
کیا کوئی راہ کہیں جاتی ہے اس کوچۂ دلبر سے گذر کر؟
یہ مرا خواب ہے، اِک شیشۂ نازک ہے، سلیقے سے گذر کر
تیرے ماضی کے کسی گوشے میں اِک ساعتِ روشن ہوں میں کوثؔر
اور اسی ساعتِ روشن سے مجھے لوحِ زمانی پہ امر کر

۞

کوثؔر بجز فریبِ نظر کیا ہے کائنات
ہم بھی بساط بھر اسے پھیلائے دیتے ہیں
ق
پھر اُس گلِ چنیدہ کا کرتے ہیں تذکرہ
پھر گلشنِ خیال کو مہکائے دیتے ہیں

۞

ستارہ آنکھیں تو چہرہ کسی کنول جیسا
حسنؔ عباسی کی مہکی ہوئی غزل جیسا
کسی نے دیکھا ہے تکمیلِ حسن کا منظر
کسی کہانی کے سوئے ہوئے محل جیسا

۞

ق

ترا خیال 'شہانہ'، برستی بارش میں
مرا وجود ہے 'مارو بہاگ' تھل' جیسا

❁

خوشبوخوشبو

ہم شانۂ خوشبو سے کوثرؔ جب زلفِ سخن سلجھاتے ہیں
کچھ اور نکھار عروسِ اردو کے چہرے پر آتا ہے

☆☆☆

یہ معجزہ بھی مری چشمِ تر کرے ہی کرے
مرا سخن، تری خوشبو، سفر کرے ہی کرے

☆☆☆

دودھیا رستہ،شبنمی ریت اور دو پاؤں کے نقش و نگار
صندل اور گلاب کی خوشبو من پرچائے میں اور تو

☆☆☆

گُلِ نَورُستہ ترے پہلو بہ پہلو دیکھوں
تیری توسیع لگے، تیری ہی خوشبو دیکھوں
جس کی خوشبو کے تعاقب میں ہوں رَم خوردہ غزال
اپنے گُلگشتِ تمنا میں وہ آہو دیکھوں

☆☆☆

میں گھر سے بے ارادہ، بے سر و ساماں نکلتا ہوں
تری خوشبو بتاتی ہے مجھے کس اور جانا ہے

☆☆☆

تو روشنی ہے سر بہ سر، اے نرم خُو، آئینہ رُو
میں خاک، خوشبو، خار و خس، کوچہ بہ کوچہ، کُو بہ کُو

☆☆☆

مرے گھر کے در و دیوار میں خوشبو تمہاری ہے
کسی کھلتی چنبیلی پر تمہارا نام لکھا ہے

☆☆☆

ایک نم ہے جو مری خاک میں ہے
جیسے خوشبو گلِ صد چاک میں ہے

☆☆☆

آئنہ آئنہ کھلتی ہوئی خوشبو تیری
رُوئے گُل صحنِ چمن میں بھی چھپانے والے
خواہشِ وصل ترے لمس کی خوشبو تک ہے
ہوش میں رہتے کہاں ہیں تجھے پانے والے
خواب کی طرح تجھے آنکھ میں بھر لایا ہوں
ایک خوشبو کی طرح ہاتھ نہ آنے والے

☆☆☆

اِک نام ترا لب پہ دمِ رخصتِ ہستی تھا

آتی ہے مری خاک سے خوشبوئے بدن تیری

☆☆☆

سرسری تجھ کو لیا جائے گا اے پیکرِ گُل سُن
تیری خوشبو کی کرامات سے آگاہ نہیں لوگ

☆☆☆

یہ جبرِ زمانہ ہے کہ ہوتی ہے دمِ آخر
ریحانِ خوش آراء سے خوشبو کی شناسائی

☆☆☆

بھول کر خواب میں ہی کر لے ملاقات مرے دوست
تیری خوشبو سے مہکتے رہیں دن رات مرے دوست

☆☆☆

تیری خوشبو پہ تصرّف کا طلبگار نہیں
اتفاقاً ہی کوئی جھونکا ادھر آجائے

☆☆☆

ہوا بہار کی شاید نشے میں ہے کوثرؔ
چمن چمن لیے پھرتی ہے تیری خوشبو کو

☆☆☆

ایک جھونکا ہوا کا مانگتے ہیں
خوشبوؤں سے بھرے ہوئے ہم لوگ

☆☆☆

خوشبو کے سلسلے کو گُلِ رنگ رنگ نے
اپنے تیئں بڑھایا تو پھر خاک میں ملا

☆☆☆

تُو بھلے مجھ سے اجتناب کرے
تیری خوشبو تو آ رہی ہے مجھے

☆☆☆

مے پرستی مرا شعار بنے
اپنی خوشبو کا جام بھر کر دے

☆☆☆

لگتا ہے ایسے اب اُسے جانا کہیں نہیں
خوشبو کو ہے قرار ترے کُنجِ لب کے پاس

☆☆☆

خوشبو، پھول، ہوا، بن جائے
کیا میں سوچوں، کیا بن جائے

☆☆☆

سوچ ہے کیا وہ پیکرِ خوشبو الگ تھلگ
کومل سُروں پہ نرم اَنامِل دھرے دھرے

☆☆☆

رات کی رات ہے قیام اُس کا
صبح خوشبو سفر پہ نکلے گی

☆☆☆

آنگن آنگن، موتی موتی بن کر بکھرے گی کوثر
ایک سفید کنول کی خوشبو جل پریوں کے ساتھ اُڑی

☆☆☆

چار اطراف میں تری خوشبو
اب بتا تتلیاں کدھر جائیں

☆☆☆

موسمِ گُل نے خوشبوؤں کے لیے
بادلوں کو امین ٹھہرایا

☆☆☆

جگنو شاید سوئے پڑے تھے،سورج رستہ بھول گیا
خوشبو کی مہکار میں تتلی ساری ساری رات اُڑی

☆☆☆

کون محبوب خواب میں آیا
ایک خوشبو سے بھر گیا کمرہ

☆☆☆

تیری خوشبو نے آج پہلی بار
پاؤں رکھا ہے مرے آنگن میں

☆☆☆

تو مرے پہلو میں ہے پر ہم نفس خوشبو تری

کن جہانوں کی طرف مجھ کو اُڑا کر لے چلی

☆☆☆

کسی کے لمس کی خواہش سلگتی ہے مرے دل میں
مشامِ جاں میں خوشبو کی کوئی شمعیں جلاتا ہے

☆☆☆

میں ترے عہدِ رواں کی ہوں بکھرتی خوشبو
دیکھنا کھلتے ہوئے مجھ کو کسی قوسِ قزح میں

☆☆☆

خندۂ جشنِ طَرَب خوشبو
گریۂ آخرِ شب خوشبو
سارے رنگ ہیں میرے رنگ
میرا نام و نسب خوشبو
آنے والا کل ہے پھول
عمرِ گذشتہ سب خوشبو
آج پرانی کتابوں سے
آتی ہے ایک عجب خوشبو
اشکِ منوّر آئینہ
کھلی کھلی اِمشب خوشبو
میرؔ سے لے کر کوثرؔ تک
سارا اردو ادب خوشبو

☆☆☆

تجھ کو اگر چھو جائے خوشبو
سب کی نظر میں آئے خوشبو
جو سندیس بھی لائے خوشبو
روم روم مہکائے خوشبو
جن لوگوں سے مہکے دنیا
اُن کا پتہ بتلائے خوشبو
تاریکی میں سلگ اُٹھتی ہے
روشنی سے جل جائے خوشبو
تیرا نقشِ کفِ پا چھو کر
اور مہکتی جائے خوشبو
تتلی کوئی سرگوشی کر دے
دیر تلک مُسکائے خوشبو
تتلی کو اُڑتا پھول کہو تم
نگر نگر پھیلائے خوشبو
تتلی بتا کس اور کو جائے
چار دِشاؤں سے آئے خوشبو
کچے گھروندے میں رات کی رانی
کیسے اپنی چھپائے خوشبو
سرحدِ نور سے آگے کوثر

اپنا پتہ بتلائے خوشبو

☆☆☆

ابھی چشمِ زلیخا کی فسوں کاری میں اُلجھی ہے
ابھی یوسفؑ کی خوشبو پیرِ کنعاں تک نہیں پہنچی
ابھی تو شہر کے سب مہ رُخوں اُس کا چرچا ہے
تمہاری نرم رو خوشبو غزالاں تک نہیں پہنچی

☆☆☆

بچھڑتے وقت تم نے ہاتھ کیوں مجھ سے ملایا تھا
مری پوروں سے اب آتی ہے اِک خوشبو جدائی کی

☆☆☆

دور سے دیکھو تو رنگوں میں ڈوبی شام لگے
اور قربت میں چہرۂ گل خوشبو کا جام لگے
تو بھی ہماری خوشبو کو بیگانہ روی سے دیکھتا ہے
ہم وہ پھول کہ جو کھلنے سے پہلے تیرے نام لگے

☆☆☆

تو نے سب لوگوں کا رُخ عکس نگاری کی طرف موڑ دیا
میں تو کہتا رہا اُس شوخ کی خوشبو کی طرف دھیان کرو

☆☆☆

اُس نے اپنے جوڑے میں اِک پھول کرنکر کا ٹانکا
شاید اِس حیلے سے کوئی اُس کی خوشبو کا نام نہ لے

☆☆☆

اُسے خود رو گلابوں کی مہک بے چین کرتی ہے
ابھی اُس کے بدن کی نرم رو خوشبو نہیں جاگی

☆☆☆

تیرے سینے کی وسعت میں سب کون و مکاں سمٹے جاتے ہیں
تیرے نفس کی خوشبو کوثؔر اور کشاد عطا کرتی ہے

☆☆☆

پور پور سے خوشبو ٹپکے تیرا نام اگر میں لکھوں
تیرے دھیان میں گذرا ہر پل تارا تارا بن کر چمکے

☆☆☆

سب قانون دھرے رہ جائیں خوشبو کی جب جوت جگے
لاکھ پرایا تو ٹھہرے پر تیری مہک اپنی سی لگے

☆☆☆

فیض تو رنگ ہے جو چاہے وہ لے لے کوثؔر
لُطف خوشبو ہے قریں کو بھی نصیبوں سے ملے

☆☆☆

دیوتاؤں کا استعارہ ہے
سرحدِ نُور پر کھلی خوشبو

☆☆☆

خوشبو پر کیوں مُہر لگائی، بندِ قبا کو کھول ذرا

کوئل ناحق شور مچائے، پل دو پل ہی بول ذرا

☆☆☆

کس موقع پر کون سی خوشبو تم نے لگائی تھی کوثرؔ
آج تمہاری خوشبو نے کیا کیا مجھے یاد دلایا ہے

☆☆☆

نرگس، چمپا، رات کی رانی تھک کر رہ گئیں رستے میں
صرف تمہاری اپنی خوشبو دیر تلک مرے ساتھ چلی

☆☆☆

ہم اہلِ خرابات کی محفل سے مرے دوست
آئے کوئی جنت کی بھی خوشبو تو عجب کیا

☆☆☆

اپنا چہرہ کھول کہ تتلی اور خوشبو کو چین ملے
غنچۂ لب کو پھول بنا، اور زلفِ سخن آراستہ کر

☆☆☆

چراغِ حرفِ سخن میں ہے روشنی تم سے
تمہاری خوشبو سے مہکا ہے حجلۂ معنی

☆☆☆

ہم صبح و مسا خوشبو کی سمرن رولتے ہیں
تب ملتا ہے کوئی ایک مہکتا سا مصرع

☆☆☆

پیکرِ گل تو ایک تھا کوثرؔ
کیسے ٹکڑوں میں بٹ گئی خوشبو

☆☆☆

ہر پھول کی خواہش ہے کہ ہمراہ چلے وہ
یہ مرحلہ آپہنچا ہے خوشبو کے سفر میں

☆☆☆

ہم وحید الزّمان ہیں کوثرؔ
سارے عالم سے ہے الگ خوشبو

☆☆☆

کِلکِ خوشبو تیری انگشتِ شہادت کوثرؔ
صفحۂ زیست پہ لکھتی چلی جاتی ہے بہار

☆☆☆

سالماتی کشش مقدر ہے
بے سبب کھینچتی نہیں خوشبو

☆☆☆

خوشبو کے سلسلے میں ترا ذکر آگیا
اب سوچتا ہوں آگے چلے بات کس طرح

☆☆☆

صندل میں سیندور ملا ہے، شبنم موتی جڑی ہوئی
دودھ کے دو پیالوں میں چنبیلی، سہج سلیقے پڑی ہوئی

رنگوں اور لفظوں کی قید میں یہ منظر آنے کا نہیں
موتیے کی لچکیلی شاخ اور سینہ تان کے کھڑی ہوئی
خوشبو کی تصویر بنائیں، اُنگلیاں نازک سی تیری
نرگس کا گلدستہ کلائی، کنگن سے پھلجھڑی ہوئی
پھول چمن کے از خود رفتہ ہو کر خوشبو بھول گئے
نیل کمل اور سرخ گلاب کو اپنی اپنی پڑی ہوئی
باتیں جیسے رات کی رانی ، عود اور عنبر خاموشی
ہار سنگھار کی کلی کلی ترے پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی
تیرے پاؤں کو چھو کر شاید اُس کی خوشبو جاگ اُٹھے
رات کی رانی بے سدھ ہو کر رستہ رستہ پڑی ہوئی
ہر اِک پھول کو آنکھ بنا کر شام سویرے دیکھے تجھے
تیرے گھر کی دیواروں پر ایک چنبیلی چڑھی ہوئی
تیرے گلابی ہونٹوں کو اِک پھول سمجھ کر آبیٹھی
نازک سی اِک سُندر تتلی، ابھی ابھی جو بڑی ہوئی
کوری اینٹ کے صحن میں کوثؔر بارش کا پہلا چھینٹا
اُس خوشبو کو باہر لایا صدیوں سے تھی جو گڑی ہوئی

☆☆☆

ریل گاڑی کا سفر اور ایک خوشبو ہم سفر
لگ رہا ہے سر بہ سر سارا سفر مہکا ہوا

☆☆☆

عکس در عکس پھول کھلتے گئے
آئینہ آئینہ اُڑی خوشبو

☆☆☆

لمسِ ناآشنا سے ڈرتی ہے
ایک خوشبو کہیں سنورتی ہے

☆☆☆

نور بھری یہ شبنمی صبحیں تیرے نام
خوشبو کی یہ روشن شمعیں تیرے نام

☆☆☆

مرحلہ زیست کا اس طور سے آسان کیا
ایک خوشبو کو مرے زادِ سفر میں رکھا

☆☆☆

اجنبی لوگوں سے پل بھر کا تعارف کوثرؔ
گاہے اِک عمر پہ پھیلی ہوئی خوشبو سی لگے

☆☆☆

برادرِمکرم صاحبزادہ خالد خورشید کی رحلت پر......

چاہے اب لاکھ یہ اشکوں کی گھٹا زور سے برسے
جانے والے تیری خوشبو نہیں جاتی میرے گھر سے

☆☆☆

پھول چپ چاپ ہیں تماشائی

اور اُلجھتی ہے بے سبب خوشبو

☆☆☆

مانو تو اثبات ہے خوشبو

ورنہ بات سے بات ہے خوشبو

☆☆☆

تیرے لمس کو پا کر مٹی اپنی خوشبو بھول گئی

دودھیا پاؤں سے تو نے پگ پگ ایسے پھول کھلائے ہیں

☆☆☆

ناز ہے نکہتِ گل کو تو سبب اتنا ہے

تیری خوشبو سے نہیں اُس کی شناسائی ابھی

☆☆☆

آئنہ دیکھوں تو چہرہ ترا دِکھتا ہے مجھے

میری ہر سانس کو مہکاتی ہے خوشبو تیری

تو جو بھولے سے کبھی سیرِ چمن کو نکلے

سارے پھولوں سے مجھے آتی ہے خوشبو تیری

☆☆☆

سہج سلیقے سے تن من میں بھر دے اُجلا پن

تیرا چندن مُکھڑا گوری، تیری سلُونی سی خوشبو

☆☆☆

جانے کس اور لیے جاتے ہیں کوثر ہمیں معلوم نہیں

یہ مہکتے ہوئے رستے کسی خوشبوئے شناسائی سے

☆☆☆

تم سے ہاتھ ملائے خوشبو
سارا جگ مہکائے خوشبو
اِک پل تیرے ساتھ گذاروں
جنم جنم تک آئے خوشبو
سب رنگوں کو زباں مل جائے
ایسا دیپ جلائے خوشبو
صبح کی پہلی کرن سے پہلے
'صبح بخیر' سنائے خوشبو
اپنا سینہ کھول کے رکھ دے
قید سے باہر آئے خوشبو
اپنی خوشبو نہیں پانی کی
لیکن سب کی بڑھائے خوشبو
کس کو خبر کس موڑ پہ کوثرؔ
روشنی میں ڈھل جائے خوشبو

☆☆☆

خواب جھروکے سے درشن دے
تیرے پجاری لائے خوشبو
چندن انگ، سنہری رنگت

پروا تیری چُرائے خوشبو
پگ پگ جب گج گامنی ڈولے
سہج سہج چھلکائے خوشبو
پریم ہنڈولے میں برکھا جھولے
کن من میں برسائے خوشبو
میری جبینِ سجدہ پہ کوثرؔ
دَیر میں قشقہ لگائے خوشبو

☆☆☆

پریم کی جوت جگائے خوشبو
دین دھرم کہلائے خوشبو
رُت میں آگ لگائے خوشبو
پگ پگ پھول کھلائے خوشبو
آئینوں پر کھلتی جائے
آنکھوں میں لہرائے خوشبو
کوئی سی بھی میں خوشبو لگاؤں
مجھ سے فقط تری آئے خوشبو
تیرے لبِ لعلیں تک پہنچی
اور کہاں تک جائے خوشبو
کاش مرے بچوں سے کوثرؔ
میرے پُرکھوں کی آئے خوشبو

☆☆☆

گورے بدن کی دھانی خوشبو

یُگ یُگ کی حیرانی خوشبو

گوری نہا کر جھیل سے نکلی

جھیل کا سارا پانی خوشبو

☆☆☆

ماکھن، دودھ، ملائی، یشودھا

نیل کمل، لافانی خوشبو

مُرلی منوہر سُدھ بِسرائے

رادھا رات کی رانی، خوش بو

رُکمنی، رادھا، سَتیَہ بھاما

سب کی رام کہانی خوشبو

☆☆☆

گوری کا تن من سُلگائے

بندرابن کی سلُونی خوشبو

پوری بات کا آدھا درشن

آدھی بات کی دونی خوشبو

☆☆☆

صبحِ عنایت میں خوشبو

شامِ سعادت میں خوشبو

شب کی مساحت میں خوشبو
دن کی مسافت میں خوشبو
شیریں لبوں پہ تبسم ہے
اور حلاوت میں خوشبو
مصحفِ عشق ترا چہرہ
جس کی تلاوت میں خوشبو
گال سُنہری سونے سے
جن کی ملاحت میں خوشبو
ہم اُس سلسلے کے ہیں لوگ
جس کی روایت میں خوشبو

☆☆☆

کِلکِ تبسّم لاتی ہے
کیسے کتابت میں خوشبو؟
ایک مٹھاس ہے لہجے میں
حرفِ شکایت میں خوشبو
پھول دریچے میں رکھیئے
طاقِ عقیدت میں خوشبو
رنگِ مجاز اِک پردہ ہے
عشق حقیقت میں خوشبو

☆☆☆

کوشش سے کب در آئے
حرفِ مروّت میں خوشبو
پھول کنائے میں لکھو
رمز و علامت میں خوشبو
اور مہکتی ہے، کوثرؔ
تیری رفاقت میں خوشبو

☆☆☆

بھولے بسرے لوگ ہیں ہم
گئے زمانوں کی خوشبو
عام سے لوگوں میں بھی بانٹ
خاص خزانوں کی خوشبو
شور بپا ہے چاروں اور
گُم ہے اذانوں کی خوشبو
کس کو بتائیں کیسی تھی
کچّے مکانوں کی خوشبو

☆☆☆

سوئی رہے اَبھاگن خوشبو
جاگے سدا سُہاگن خوشبو
تتلی جیسی نرم ملائم
ڈسنے والی ناگن * خوشبو

شیام کو بندرابن میں ڈھونڈے
رادھا کی بیراگن خوشبو

* پنجابی تلفظ

☆☆☆

زلفِ شب رنگ سے چلی خوشبو
خواب جیسی کوئی پری، خو ش بو
پیکرِ گل میں شب ڈھلی خوشبو
عکسِ یزداں، پیمبری خوشبو
جلوۂ گُل، سخن وری خوشبو
بُقعۂ نور نقشِ پا سے چمن
پتہ پتہ، کلی کلی، خوشبو
پیکرِ گُل کو ڈھونڈتی تھی صبا
منتشر تھی گلی گلی خوشبو
پیکرِ گل میں شب ڈھلی خوشبو
لمسِ نا آشنا سے ڈرتی تھی
خواب جیسی کوئی پری خوش بو
چاند چہرے کو چھو کے جی اُٹھی
زلفِ شب رنگ پر مری خوشبو
کیا مہکتا ہوا اُجالا ہے
اور کتنی ہری بھری خوشبو

تیری کھڑکی سے دیکھتی ہے تجھے
موتیے کی ڈری ڈری خوشبو
سبز آنچل گلاب چہرے پر
دے رہا ہے ہری ہری خوشبو
دھوپ صحرا کی راس آئی اِسے
سایۂ گُل میں بھی جلی خوشبو

☆☆☆

اے چشمِ تلطف ایک نظر! یہ خاک بسر خوشبو خوشبو
ہو نخلِ معانی میری غزل اور شاخِ ثمر خوشبو خوشبو
پھر دوشِ ہوا پر تتلی جیسا اُڑتا ہوا کوئی پھول کھلا!
پھر اپنے جھروکے سے دیکھوں تا حدِ نظر خوشبو خوشبو
اُن گلبدنوں کی چاہ میں کتنے چاہنے والے خاک ہوئے
پھر قریۂ دل سے لائے صبا کوئی خیر خبر خوشبو خوشبو
اے کاش کبھی اُس قریۂ گل میں ساتھ ترے دو گام چلوں
جس قریۂ گل کو جاتی ہوئی ہر راہگذر خوشبو خوشبو
جب اشکِ منور سے کوثر ہو چار دِشاؤں میں اُجلا پن
پھر زیست ہے اِک خوشبو کا سفر اور رختِ سفر خوشبو خوشبو

☆☆☆

اِک نام ترا ہو وردِ زباں، سب شام و سحر خوشبو خوشبو
ہر صفحۂ لا پر لکھے تجھے، یہ دستِ ہنر، خوشبو خوشبو

اِک چہرۂ گُل، لاکھوں پہلو، ہر پہلو میں ہر پل خوشبو نئی
آئینۂ حیرت چشمِ جہاں، ہر تارِ نظر خوشبو خوشبو
ہیں ایک مہکتی رفاقت کے اثمار یہ ایمؔن اور بہزاؔد
اِک نورِ نظر خوشبو خوشبو، اِک لختِ جگر خوشبو خوشبو

☆☆☆

ہے سلکِ جواہر میری غزل، ہر لفظ گُہر، خوشبو خوشبو
جوں نخلِ معانی پر کوثؔر ہو شاخِ ثمر خوشبو خوشبو

☆☆☆

لانگ ڈرائیو

ساری دنیا سے ہیں جدا کوثؔر
عشق کے راستے مہکتے ہوئے
دل!
یہ کہتا ہے تھوڑی دیر سہی
ہم کہیں دور تک چلے جائیں

☆☆☆

دیکھ انکار نہ کر چارہ گری سے میری
دھوم تیری ہے زمانے میں مسیحائی کی
تیرے کمرے میں کرن لے کے اجازت آئے
کیسے خوشبو نے ترے گھر میں خود آرائی کی
آنکھ بھر کر کبھی دیکھا نہیں تجھ کو میں نے

آرزو کون کرے تجھ سے شناسائی کی
مسکرا کر کبھی آئینے میں خود کو بھی تو دیکھ!
مان لے بات کبھی اپنے تمنائی کی
کیا کسی اور کو یہ ہونٹ، یہ رخسار ملے
یونہی تعریف نہیں کی تیری رعنائی کی
عام سا لہجہ مرا، عام سی باتیں کوثرؔ
بات میں کیسے کروں گا تیری زیبائی کی

☆☆☆

ملا کے ہاتھ وہ رُخصت ہوا تھا کل کوثرؔ
مری ہتھیلی سے آتی ہے مستقل خوشبو

☆☆☆

بہت دنوں سے یہ آنگن اداس تھا کوثرؔ
مہک گیا ہے اچانک گلاب کھلنے سے

☆☆☆

تمہاری آنکھوں میں جگنو سے جگمگاتے ہوئے
کبھی نہ دیکھا تجھے ایسے کھلکھلاتے ہوئے
سماعتوں میں ترنم بکھیرتی آواز
ستارے سنتے ہیں چپکے سے جھلملاتے ہوئے
تری ہنسی کے ترنم سے لہریں لیتی ہوئی
ندی خرام کیے جائے گنگناتے ہوئے

کلی کلی میں تبسم ترا، تری خوشبو
کہ ایک تتلی یہ کہتی تھی آتے جاتے ہوئے
ہر آئینے میں ترا عکس کھل گیا کوثرؔ
چلی ہے بادِ بہاری بھی مسکراتے ہوئے

☆☆☆

نیند کے ماروں کو خوشبو سے جگانے والی
جاگتی آنکھوں میں کچھ خواب سجانے والی
یہ بھی سچ ہے کہ تجھے اور کہیں جانا ہے
یہ بھی سچ ہے تری خوشبو نہیں جانے والی
دیر کے بعد مری آنکھوں میں جگنو چمکے
تم نہ اب کرنا کوئی بات رُلانے والی

☆☆☆

کسی خوشبو کی قربت میں تو گہری نیند آتی ہے
کوئی خوشبو اگرچہ دور ہو، پھر بھی جگاتی ہے

☆☆☆

تمہارے نام لکھی ساری زندگی پہلے
پھر اُس کے بعد ہر اِک شخص ہم کو اچھا لگا

☆☆☆

اُس کے لمس کو پا کے ہوائیں اور معطر ہوتی گئیں
اُس کے مہکتے پاؤں کو چھو کر پگڈنڈی بل کھاتی رہی

اُس کے لبوں پر کھلتا تبسم اور کسی کے نام کا تھا
دیر تلک اِک اجنبی خوشبو دل میں آگ لگاتی رہی
ویسے بھی اُس نے آنکھ اُٹھا کر اُس کی طرف کب دیکھنا تھا
اُس کی کھڑکی کے شیشے پر تتلی پر پھیلاتی رہی
پچھلے برس اِک پیڑ کٹا تھا اُس کے گھر کے آنگن میں
اِک خاموش سی چڑیا اُس کے گھر میں آتی جاتی رہی
اُس کے جدا ہونے کی خبر اِک ساعتِ نامسعود نے دی
موسمِ وصل میں لمحہ لمحہ ہجر کی خوشبو آتی رہی
دل کو چھو کر گذری کوثرؔ اُس کے سبھاؤ کی خوشبو
دیر تلک اِک موجۂ خوش بُو اپنے سنگ اُڑاتی رہی

☆☆☆

سہج سلیقے موجۂ خوش بُو چہرۂ گُل پر پھیل گئی
وہ اِک بات جو دل میں تھی، وہ کیسے گھر گھر پھیل گئی

☆☆☆

جب دو رنگ ملیں تو پھر کوئی تیسرا رنگ جنم لیتا ہے
تجھ کو دیکھنے والے آئینوں کی بھی کوئی وحشت دیکھے
مسندِ حسن پہ بیٹھنے والوں کو اس بات کی فکر ہی کیا ہے
اُن کو کوئی چاہنے والا دیکھے یا پھر خلقت دیکھے
صحنِ چمن کے ہر اک پھول کو یہ لپکا ترے ساتھ چلے وہ
قوسِ قزح للچائی نظر سے تیری گلابی رنگت دیکھے

☆☆☆

ناظر اور منظر میں تعلق روشنی، وقت اور زاویے کا ہے
نیلی روشنیوں میں سرخ گلاب سیاہ دکھائی دیں گے

☆☆☆

بات کرنے کے لیے لفظ ضروری تو نہیں
تیری خوشبو نے بتائیں مجھے باتیں ساری

☆☆☆

بہت دنوں سے یونہی بے قرار کرتی ہے
تمہارے جیسے کسی شخص میں کوئی خوشبو

☆☆☆

احوالِ دل بغیر تعلق بھی کیا کُھلے
لیکن یہ کیا کہ تُو کسی پہلو نہیں کُھلا
ہر پھول آئینے میں تو سو رنگ سے کِھلا
لیکن کوئی دریچۂ خوشبو نہیں کُھلا

☆☆☆

میں بے سمت مسافر تھا، تُو جھونکا جھونکا آن ملا
پھر تو مری بے نام کہانی کو بھی کوئی عنوان ملا
تجھ سے پہلے کچھ لوگوں میں تیری جھلک دکھلائی دی
تیری خوشبو کے آئینے میں پھر تو ایک جہان ملا
تیری خوشبو کی دستک ہر بابِ تحیر کھولتی ہے

لیکن پھر بھی کیونکر مجھ سے بن کر تُو انجان ملا
تیرے ہجر میں تیری خوشبو وصل کے رنگ بکھیرتی ہے
ایک ہی پھول سے کیسی کیسی خوشبو کا وِردان ملا

☆☆☆

تیرے لمس کی خوشبو جاگی، دل میں کوئی پھول کھلا
تیرے اندر خود کو دیکھا، تُو جب پہلی بار ملا

☆☆☆

خزاں کی رُت میں وہ فصلِ بہار مانگتا ہے
جو میرے بس میں نہیں ہے، وہ پیار مانگتا ہے
وہ میرے جسم کی خوشبو میں سانس لیتا ہے
مرے لبوں سے متاعِ خمار مانگتا ہے
مرے بدن کی شعاعوں میں جھانکنے والا
مرے خطوط کو آئینہ وار مانگتا ہے
وہ مجھ کو چھو لے تو ہر پور جاگتی ہے مری
گلے میں اپنے جو بانہوں کا ہار مانگتا ہے
اُسے تو پھولوں کی مہکار پر تصرف ہے
ہواؤں پر بھی مگر اختیار مانگتا ہے
میں سوچ سوچ کے تھک جاؤں اور کچھ نہ کہوں
اُسے جو اچھا لگے، بار بار مانگتا ہے

☆☆☆

کوئی اوجِ خیال دے خوشبو!
کوئی رنگِ جمال دے خوشبو!
قریہ قریہ مرا مہکنے لگے
رفعتِ لازوال دے خوشبو!
میرے دن کو مزید روشن کر
میری راتیں اُجال دے خوشبو!
گیلی مٹی وجود ہے میرا
اپنے سانچے میں ڈھال دے خوشبو!
چشمِ آئینہ منتظر ہے یہاں
کوئی عکسِ کمال دے خوشبو!
زخم بھی تیری ہی عنایت ہے
زخم کا اندمال دے خوشبو!
تجھ کو محسوس روم روم کرے
میری آنکھیں نکال دے خوشبو!
سارے جگنو اُداس ہیں کوثؔر
موجِ انجم اُچھال دے خوشبو!

ق

پھول تجھ سے کوئی نہیں مانگا
میرے کاسے میں ڈال دے خوشبو

☆☆☆

میں روم روم سے محسوس کر رہا ہوں تجھے
تمام شب تری خوشبو گلے لگاتی رہی

☆☆☆

مرے دل پر تمہارا ہاتھ رکھ دینا

تمہیں سپنے میں دیکھا ہے
مری آنکھوں میں جگنو جھملاتے ہیں......
مرے دل پر تمہارا ہاتھ رکھ دینا
عجب سرشاریوں سے آشنا کرنے لگا ہے
اور تمہارے اپنے لفظوں میں؛
''مجھے تم سے محبت ہے......کسی اعلیٰ تناظر میں''
مگر اب ایسا لگتا ہے
مرے بے رنگ جذبوں میں
کسی قوسِ قزح کے رنگ بھرتے جا رہے ہیں
اور محبت کے جنم دن پر
تمہاری دیر سے جاگی ہوئی آنکھوں میں
تارے مسکراتے ہیں
مری آنکھوں میں جگنو جھلملاتے ہیں
مرے کمرے کے باہر پیڑ پر
اک فاختہ کُو کُو میں
اِک خوشبو بھرے دن کا سندیسہ دے رہی ہے......

☆☆☆

اپنے اپنے بچھڑے ہوئے لوگوں کو جب مل کر ہم یاد کریں تو
اجنبی لوگوں سے بھی شناسا خوشبو دیر تلک آتی ہے

☆☆☆

بظاہر تو ہے کوثؔر مبتلا میری محبت میں
مگر وہ گُل مہکتا ہے کسی انجان خوشبو سے

☆☆☆

تیرے پہلو میں بیٹھنے والوں کی خوشبو کا ذکر ہی کیا
تجھ کو اِک پل دیکھنے والے اپنے آپ مہک جاتے ہیں

☆☆☆

تیرے ہونٹوں، تیرے رُخساروں کو تا دیر میں چوموں
ہائے! کس لمس کی خوشبو تجھے ہالے میں لیے ہے

☆☆☆

بہزاد
پبلشرز

بہزاد

پبلشرز